قسط سیزدھم

آدھی صدی کا سفر

مکرم عرفان احمد خان صاحب۔ جرمنی

قومی اسمبلی کا فیصلہ

جن دنوں پاکستان کی قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی کا درجہ دے کر اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا بیان جاری تھا ہم فرانکفرٹ میں رہنے والے احمدی روزانہ مسجد نور میں جمع ہوتے اور اپنی اپنی قیاس آرائیاں کرتے۔ ہم میں زیادہ تر وہ نوجوان تھے جو عملی زندگی میں قدم رکھ رہے تھے۔ زمانے کے اتار چڑھاؤ سے ناواقف تھے۔ ماضی قریب میں گزرے ہوئے سیاسی حالات کے پیش نظر ہم سب ہی مثبت امیدیں لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ ریڈیو، ٹی وی تو تھا نہیں۔ موبائل کا تصور بھی اس زمانہ میں نہ تھا۔ خبروں کا واحد ذریعہ لندن سے شائع ہونے والا ہفت روزہ اخبار وطن تھا جو ہفتہ کی صبح کو ایک پاکستانی دوکان پر دستیاب ہوتا۔ اس اخبار کا بہت بے چینی سے انتظار کیا جاتا۔ ہمارے تبصروں کی بنیاد اخبار وطن میں شائع ہونے والے مواد پر ہوتی۔ لیکن ہم سب ناپختہ ذہن کے مالک نوجوان ایک مثبت فیصلہ کی امید لگائے ہوئے تھے۔ لیکن جب فیصلہ خلاف توقع آیا تو وقتی طور پر سب مایوس ہوئے اور مستقبل میں اس فیصلہ کے ظاہر ہونے والے ممکنہ اثرات پر گفتگو ہونے لگی۔ فیصلہ کے روز بھی مکرم انوری صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات بیان کر کے نوجوانوں کو حوصلہ دیا اور بعد میں بھی ہم سب نے چند روز اسی ماحول میں بسر کیے۔ لیکن اس فیصلہ سے پاکستان میں احمدیوں کی روزمرہ زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوں گے اس سے ہر کوئی پریشان تھا۔ ہم باہر بیٹھے لوگ یہی کہتے کہ احمدیوں کو ہجرت کر جانا چاہیے۔ مکرم انوری صاحب ہم بے حال نوجوانوں کی طرف دیکھتے جو سب سٹوڈنٹ ویزہ کا سہارا لیے ہوئے تھے اور کوئی ایک بھی مطمئن زندگی بسر نہیں کر رہا تھا۔ یورپین ممالک میں آنے کے لیے پاکستانی پاسپورٹ پر ویزا کی ضرورت تو نہیں تھی لیکن مستقل قیام کرنے کی اجازت بھی نہ تھی اور نہ ہی کوئی ایسی سکیم موجود تھی جس کے تحت بیرونی ممالک کے لوگ یہاں کام کر سکیں۔ اس بارے میں جرمنی کا جو معاہدہ ترکی کے ساتھ ہوا تھا وہ بھی منسوخ ہو چکا تھا۔

اسائلم کا آغاز

70ء کی دہائی میں جرمنی میں ویک اینڈ پر بسوں کے ذریعہ سیاحت کا بہت رواج تھا۔ جمعہ کی شام کو کئی ایک ٹریول کمپنیاں یورپین شہروں کے لیے بسیں لے کر جاتیں اور اتوار کو واپس فرانکفرٹ آجاتیں۔ Am Kaiser Platz پر فرانکفرٹر ہوف کے سامنے Hapag Lloyd کی بہت بڑی ٹریول ایجنسی تھی جہاں سے ہر جمعہ کی شام یورپ کے مختلف شہروں کو سیاحت کے لیے بسیں روانہ ہوا کرتیں۔ ان دنوں فلسطین کے احمدی نوجوان عبداللطیف عودہ فرانکفرٹ کی گوئٹے یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے۔ انہوں نے پیرس کی سیر پر جانے کے لئے مکرم انوری صاحب کو دعوت دی۔ چنانچہ ایک جمعہ کی شام مکرم فضل الٰہی انوری صاحب نور مسجد کی چابی میرے حوالہ کر کے عبداللطیف عودہ کے ساتھ عازم پیرس ہوئے۔ ان دنوں فلسطینیوں کو اُردن کے بادشاہ شاہ حسین نے دیس نکالا دیا تھا تو جرمنی نے بے گھر فلسطینیوں کو پناہ دی تھی۔ پیرس کے اس تفریحی سفر کے دوران مکرم انوری صاحب نے عبداللطیف عودہ سے وہ ساری تفصیل سنی جس کے تحت فلسطینی جرمنی میں آباد ہوئے تھے۔ عودہ صاحب خود اس سہولت سے فائدہ اٹھانے والوں میں سے نہ تھے بلکہ سٹوڈنٹ ویزا پر جرمنی میں زیر تعلیم تھے۔ سفر سے واپس آ کر مکرم انوری صاحب نے اپنے دست راست مکرم مرزا محمود احمد صاحب سیکرٹری مال اور خاکسار سے عبداللطیف عودہ کے ساتھ ہونے والی گفتگو کا ذکر کیا۔ عبداللطیف عودہ اور مکرم انوری صاحب کے درمیان اس موضوع پر راز و نیاز جاری رہے اور عودہ صاحب نے اپنے ہم وطنوں سے مل کر مزید تفصیلات اور وکلاء کے نام بھی بتائے۔ اس اقدام میں پاکستانی احمدیوں کے لئے روشن راستہ بھی تھا لیکن لفظ اسائلم سے خوف آتا تھا۔ اس وقت تو ذہن میں یہی تھا کہ ملک کے خلاف اسائلم کا مطلب بغاوت ہے۔ حکومت پاکستان کا ردّعمل کیا ہو گا۔ کئی سوالات ذہن میں اٹھتے۔ ان سوالوں کے باوجود مکرم انوری صاحب نے اس پر تحقیقی کام جاری رکھا جبکہ ان کے دستِ راست کی رائے ان سے مختلف تھی۔

اس سارے عرصہ کے دوران چند احمدی احباب جرمنی آ بھی گئے تھے لیکن ان کے آنے کا مقصد معمول کی تگ و دو میں شامل ہونا تھا۔ مکرم انوری صاحب اتنا بڑا قدم اٹھانے کی ذمہ داری اکیلے اٹھانے کے لئے خود کو تیار نہ پاتے تھے۔ ان دنوں ڈاک سنسر ہو رہی تھی اور فون پر یہ گفتگو کرنا ممکن نہ تھا۔ خاکسار دسمبر میں جلسہ سالانہ پر ربوہ جا رہا تھا۔ مکرم انوری صاحب نے مجھے ایک خط لکھ کر دیا اور ہدایت دی کہ ملاقات میں پیش کر دوں۔ اس زمانہ میں تمام بین الاقوامی پروازیں کراچی اترا کرتی تھیں۔ مَیں جس روز ربوہ پہنچا اس دن جلسہ سالانہ کے انتظامات کا معائنہ تھا۔ دفتر جلسہ سالانہ کے سامنے اپنے والد محترم کے ساتھ کھڑا تھا۔ حضور کی نگاہ پڑی تو والد صاحب کو فرمایا یہ جرمنی والا بیٹا ہے؟ مَیں نے جرأت کر کے مصافحہ کا شرف حاصل کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور ساتھ ہی مکرم انوری صاحب کا خط حضور کو پیش کر دیا۔ حضور نے وہ خط کوٹ کی جیب میں ڈال لیا۔ حضور تو آگے بڑھ گئے لیکن میری کھچائی شروع ہو گئی۔ دفتر کے عملہ میں حضور کی گاڑی ڈرائیو کرنے والے خادم مکرم صلاح الدین

ایوبی صاحب مرحوم نے مجھے جا لیا۔ میری باز پرس کی کہ خط دفتر میں دیتے ہیں۔ وہ ڈاک میں حضور کو پیش ہوتا ہے۔ خط میں کیا لکھا ہے وغیرہ وغیرہ۔ میں نے جواباً عرض کر دی کہ مشنری انچارج صاحب کا بند لفافہ خط تھا۔ مَیں نفسِ مضمون سے واقف نہیں۔ اُس روز 23 سال کی عمر میں سیکھا سبق اب تک یاد ہے اور زندگی میں خلاف ورزی کی نوبت نہیں آئی۔ میرے جنوری 75ء میں پاکستان سے واپس آنے تک مکرم انوری صاحب کو خط کا جواب مل چکا تھا اور جرمنی میں اسائلم کی ابتداء ہو چکی تھی۔

اسائلم کی ابتداء فرانکفرٹ سے ہوئی۔ مکرم سید مبارک سرور شاہ صاحب کا پہلا اسائلم کیس تھا۔ Mr. Hoffman احمدیوں کا پہلا وکیل تھا جو ایک سو مارک لے کر ویزا آفس Ausländerbehörde کے نام خط لکھ کر دے دیتا اور وہاں جانے پر چھ ماہ کا ویزا لگ جاتا۔ یہ طریق کار سٹوڈنٹ ویزا کے بالمقابل بہت آسان لگا۔ اس وقت ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ صرف جرمنی میں قیام کا ویزا ہے۔ اصل بات اسائلم کیس ہے جس پر اس ویزا کا دارومدار ہے۔ اس کیس کا فیصلہ Zirndorf میں ہونا ہے۔ بہرحال فرانکفرٹ میں ویزوں کا جاری ہونا تھا کہ پاکستان میں خبر پھیل گئی احمدیوں کے لئے جرمنی کھل گیا۔ فروری میں کوئی دن ایسا نہ تھا کہ احمدی دوست جرمنی نہ اترے ہوں۔ فرانکفرٹ میں اترنے والا سیدھا نور مسجد کا رُخ کرتا۔ اس وقت جماعت چند افراد پر مشتمل تھی جن کو بیک وقت تین مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لنگر خانہ، رہائش اور ہمسایوں کا ردّعمل۔ رہائش کے لیے تو مسجد میں بسیرا تھا۔ پولیس دن میں کئی بار آتی۔ مکرم انوری صاحب نے مقامی پولیس کو ساری صورت حال سے آگاہ کر کے بتا دیا تھا کہ ہم ساتھ ساتھ رہائش گاہیں تلاش کر رہے ہیں جہاں لوگ منتقل ہو جاتے ہیں۔ صورت حال یہ تھی کہ جتنے مسجد سے جاتے اس سے زیادہ نئے احباب اس ہفتہ کے دوران آ جاتے۔ مسجد کے صحن میں احباب کے قہقہے، بلند آواز میں گفتگو، فٹ پاتھ پر ہجوم ہمسایوں کے لئے امتحان بنا ہوا تھا۔ رہائش گاہوں کی تلاش کے لئے اخبارات کا مطالعہ اور پھر فون کرنا ایک جنگ تھی جس سے مکرم انوری صاحب

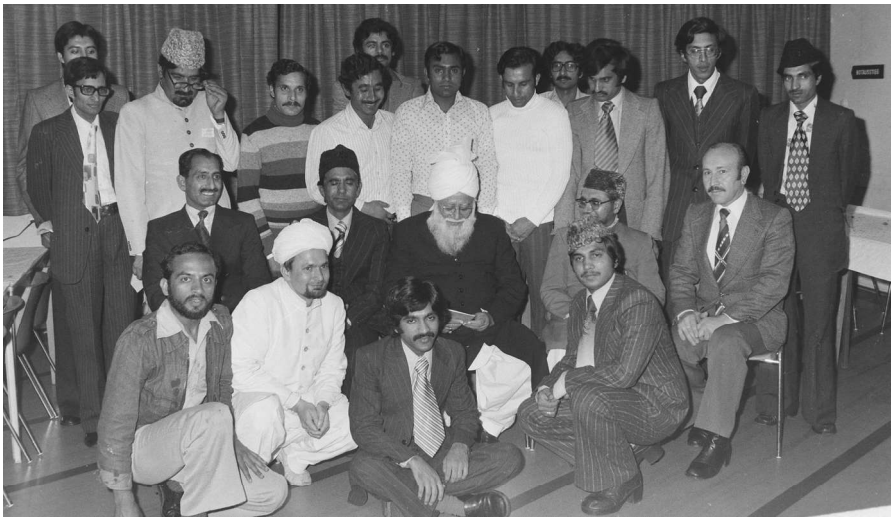

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ Fritz-Tarnow-Straße فرانکفرٹ کے اسائیلم کیمپ میں دعوت کے موقع پر گروپ فوٹو

برسرِ پیکار تھے۔ رہائش کے لئے خدا نے یہ مدد کی کہ Fritz Tarnow پر ایک ہوسٹل تھا جس میں 26 سال تک کی عمر کے نوجوانوں کو رہائش کی اجازت تھی۔ حضرت مرزا عبدالحق صاحب کے ایک صاحبزادے مکرم مرزا منصور احمد صاحب بیروت لبنان سے جرمنی آ کر استعمال شدہ کاریں خریدتے، بحری جہاز پر بک کرواتے۔ بیروت میں فروخت کر کے پھر نئی کھیپ خریدنے کے لئے جرمنی آتے۔ اس طرح ان کو سال میں کئی بار جرمنی آنا ہوتا۔ انہوں نے ہوسٹل کے مینیجر سے دوستی بنا رکھی تھی۔ وہ جب بھی آتے ان کو کمرہ مل جاتا۔ چنانچہ اسائلم کے آغاز میں دوستوں کی رہائش کے لئے ان کی دوستی بہت کام آئی اور احمدیوں کو ہوسٹل میں رہائش ملنے لگی۔ ہوسٹل میں ابتدائی رہائش اختیار کرنے والوں میں ملک نسیم صاحب حال سویڈن بھی تھے۔ وہ ہوسٹل مینیجر Mr.Doda کے اسسٹنٹ بن گئے جس کے بعد وہ وقت بھی آیا کہ ہوسٹل میں صرف احمدی احباب ہی رہائش پذیر تھے۔ کامن روم میں باجماعت نمازیں ہوتیں۔ مکرم مرزا محمود احمد صاحب ابن مکرم مرزا عبدالسمیع صاحب اسٹیشن ماسٹر امام الصلوٰۃ تھے۔ Mr.Doda مسجد گوتھن برگ سویڈن کے افتتاح میں بھی شامل ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ مسجد کے افتتاح کے بعد جرمنی تشریف لائے تو ہوسٹل میں احمدی احباب کے ساتھ کھانا بھی تناول فرمایا۔

اس ہوسٹل نے لنگر خانہ کی کمی بھی پوری کی۔ نور مسجد میں جن نئے مہمانوں کی آمد ہوتی ان کا کھانا بھی یہیں تیار کیا جاتا۔ کار کسی کے پاس تھی نہیں۔ دیگچیاں انڈر گراؤنڈ اور 36 نمبر بس پر نور مسجد پہنچائی جاتیں۔ مہینوں یہ پریکٹس دن میں دو بار کی جاتی رہی۔ جان ہتھیلی پر رکھ کر اس کارِ خیر میں حصہ لینے والوں میں مکرم چوہدری ضیاء الدین صاحب مرحوم، مکرم مرزا عبدالشکور صاحب مرحوم، مکرم مرزا محمود احمد صاحب مرحوم، مکرم سلمان احمد خان صاحب مرحوم، مکرم شاہد حمید عباسی صاحب، مکرم اسداللہ خان طارق صاحب، مکرم فضل الرحمان عامر صاحب، مکرم محمد اسمٰعیل نوری صاحب، مکرم مظفر غازی صاحب، مکرم ملک نسیم احمد صاحب، مکرم مرزا منصور احمد صاحب حال نائیجیریا اور کئی رفقاء شامل تھے۔ ہجرت کے ابتدائی دن بہت کٹھن تھے۔ وسائل کی کمی، ملک نیا، ماحول غیر مانوس، زبان سے عدم واقفیت، طریق کار سے اجنبیت غرض آئے روز نئی مشکلات سے واسطہ پڑتا۔ آفرین ہے اس وقت کے مشنری انچارج مکرم فضل الٰہی انوری صاحب پر جو اس وقت ہر درد کی دوا اور دن رات اس کام کے لئے وقف تھے۔ ایک دُھن سوار تھی کہ جماعت کے لوگ Settle ہو جائیں۔ ایک دوسری جگہ جس کو ہجرت پر مجبور لوگوں کو اپنے اندر سمونے کا انمول موقعہ میسر آیا Theobald- Christ-Str تھی۔ جہاں مکرم وسیم احمد چوہدری صاحب مرحوم، مکرم حمیداللہ خان صاحب مرحوم، مکرم رائے قمر احمد صاحب مرحوم، مکرم عبدالغفور چوہان صاحب مرحوم، مکرم مبشر احمد کاہلوں صاحب، مکرم محمد احمد گردیزی صاحب، مکرم مجید احمد طاہر صاحب، مکرم امجد احمد صاحب، مکرم عبداللہ نیازی صاحب، مکرم عباس انور صاحب کی خدمات تاریخ کا حصہ ہیں۔ (جاری ہے)